© rasailojaraid.com

جماعت سے نماز ادا کرنے کا اہتمام سخت معذوری کی حالت میں بھی کرتے تھے، اخلاق و عادات کے اعتبار سے بڑے متواضع، خوش مزاج، باوضع اور قلندر منش انسان تھے۔ ضرورتمندوں کی مدد کرنے میں انہیں خوشی محسوس ہوتی تھی۔ برسوں سے دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اُس کے جلسوں میں پابندی سے شریک ہوتے اور کارروائی میں توجہ سے حصہ لیتے تھے، پندرہ سولہ برس سے حیدرآباد کی سکونت ترک کرکے مستقلاً علی گڑھ میں مقیم ہوگئے تھے جہاں ان کی دو صاحبزادیاں یونیورسٹی زنانہ کالج کے شعبۂ دینیات میں علی الترتیب ریڈر اور لیکچرر ہیں اور اپنے خاندانی روایات کو بوجہ احسن قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہاں ان کی زندگی مکمل گوشہ نشینی کی تھی۔ مطالعہ اور درس ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے کوئی سروکار نہ تھا۔ برہان کے بڑے قدردان تھے، شروع سے اس کے خریدار تھے اور بڑے شوق سے اس کا مطالعہ پابندی سے کرتے تھے، ان کی وفات علم و ادب، زہد و ورع اور حسن عمل و اخلاق کی دنیا کا عظیم حادثہ ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

۱۰ر اور ۱۱ر مئی کی درمیانی شب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جو واقعات پیش آئے اس میں شک نہیں وہ بیحد افسوسناک اور لائق مذمت ہیں، لیکن اس کو محض ایک اتفاقی واقعہ ہی سمجھنا چاہیئے جو کبھی دو حقیقی بھائیوں میں بھی کسی ایک بات پر اشتعال کے باعث پیش آجاتا ہے اور اس کی مستقل کوئی حیثیت نہیں ہوتی، ورنہ دنیا جانتی ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک ملک میں ہزاروں فرقہ وارانہ فسادات ہوچکے ہیں جن میں مسلمانوں کے نہایت شدید اور عظیم جانی و مالی نقصانات ہوئے ہیں، لیکن مسلم یونیورسٹی کی ہندو مسلم یکجہتی و یگانگت کی خوشگوار فضا کبھی ان فسادات سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ چند ماہ قبل علی گڑھ شہر میں سخت فساد ہوچکا ہے اس زمانہ میں یونیورسٹی اس فساد کے اثر سے کس طرح محفوظ رہی اور نہایت جانفشانی اور تندہی سے بلا امتیاز مذہب و ملت شہر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو ریلیف عمل میں آیا جسے بڑے بڑے لیڈروں اور انگریزی اخبارات نے اس کا اعتراف کیا اور حادثہ یہ ہے کہ اصل گڑھ کے بعد جمشید پور میں نہایت سخت اور بھیانک فساد ہوا۔ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبا جمشید پور پہونچ کر ریلیف کا کام کرتے رہے، لیکن یونیورسٹی کی فضا کو اس سے متاثر نہیں ہونے دیا۔ یہ وہ حقائق اور واقعات ہیں جن کی تکذیب یا تغلیط مسلمانوں کا بڑے سے بڑا دشمن بھی نہیں کرسکتا۔

لیکن فرقہ پرستوں نے ان حقائق کا اعتراف اس طرح کیا کہ ۹ رمئی کی صبح کو ایک سازش کے ماتحت منظم طریقہ پر راجہ کی اسٹیشن کے قریب یونیورسٹی کے طلباء پر بے محابا حملہ کردیا جس کے نتیجہ میں ایک خاصی تعداد زخمی ہوگئی۔ اس واقعہ سے طلبا کا مشتعل ہونا ایک امر طبعی تھا، لیکن یونین کے پریذیڈنٹ کی طرف سے فوراً ایک اپیل شائع ہوئی جس میں طلباء سے پُرامن رہنے کی پُرزور اپیل کی گئی تھی، اس اپیل کا اثر یہ ہوا کہ ۹ تاریخ کا پورا دن گذر گیا اور کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ لیکن جب شام کو بغیر کسی وجہ جواز کے پولیس یونیورسٹی کے علاقہ میں اچانک آدھمکی تو طلبا نے اس کو بجا طور پر اپنی توہین سمجھا اور مطالبہ کیا کہ پولیس اس علاقہ سے ہٹ جائے۔ ایک مقررہ وقت تک ہٹ جانے کا وعدہ کرنے کے باوجود جب پولیس نے یونیورسٹی کیمپس نہیں چھوڑا تو طلبا زخم خوردہ تو تھے اور جوانی کا گرم خون ان کی رگوں میں سرگرم تھا اضطراب امن کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور وہ پولیس سے مقابلہ کرنے کے لئے باہر نکل پڑے اس لئے دراصل طلبا کا مقابلہ پولیس سے تھا، مگر جب ہنگامہ دار وگیر برپا ہوتا ہے تو اچھے بُرے کی تمیز نہیں ہوتی اور گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ چنانچہ سخت افسوس ہے کہ اس لپیٹ میں وہ لوگ بھی آگئے جو اس علاقہ کے پُرامن شہری اور یونیورسٹی برادری کے ہی افراد تھے۔

بس یہ ہے نفسِ واقعہ! ضرورت ہے کہ واقعہ کی نوعیت جو ہنگامی ہونے کی ہے اس کو اسی حیثیت سے دیکھا جائے، ورنہ اگر اس واقعہ کو بنیاد بنا کر یونیورسٹی میں فرقہ وارانہ تحفظات کا سوال اٹھایا گیا، جیسا کہ فرقہ پرست ہندو کر رہے ہیں تو پھر مسلمان بھی آئے دن کے فسادات کی بنیاد پر پورے ملک میں اپنے تحفظات کا سوال اٹھانے میں حق بجانب ہوں گے۔

© rasailojaraid.com